ترجمۂ قرآن مجید

مع صرفی و نحوی تشریح

افادات: حافظ احمد یار مرحوم

ترتیب وتدوین: لطف الرحمٰن خان

سورۃ البقرۃ (مسلسل)

آیت ۲۵۹

﴿اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ
هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ۭ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۭ قَالَ
لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ
وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى
الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۭ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ
عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾

<u>خ و ی</u>

خَوٰی (ض) خَوَاءً :اوندھا ہونا' منہدم ہونا۔

خَاوِيَةٌ (اسم الفاعل خَاوٍ کا مؤنث) : اوندھی ہونے والی' یعنی اوندھی۔ آیتِ زیرِ مطالعہ۔

<u>ع ر ش</u>

عَرَشَ (ض) عَرْشًا : کسی چیز پر چھپر یا چھت ڈالنا۔﴿وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ

فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ﴾ (الاعراف) ''اور ہم نے برباد کیا اس کو جو بنایا کرتے تھے فرعون اور اس کی قوم' اور اس کو جو وہ لوگ چھت ڈالا کرتے تھے۔''

عَرْشٌ ج عُرُوْشٌ (اسم ذات) : چھپر' چھت' تخت (کیونکہ یہ زمین سے اونچا ہوتا ہے)۔﴿وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ﴾ (یوسف:۱۰۰)''اور اُس نے اٹھایا اپنے والدین کو تخت پر۔''﴿وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ (التوبة) ''اور وہ عظیم عرش کا مالک ہے۔''

مَعْرُوْشٌ (اسم المفعول) : چھپر یا چھت ڈالا ہوا۔ ﴿وَهُوَ الَّذِيْ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ﴾ (الانعام:۱٤۱) ''اور وہ ہے جس نے پیدا کیا باغات کو' چھپر ڈالے ہوئے اور بغیر چھپر ڈالے ہوئے۔''

ل ب ث

لَبِثَ (س) لَبْثًا : کسی جگہ قیام کرنا' ٹھہرنا۔آیت زیر مطالعہ۔

لَابِثٌ (اسم الفاعل) : ٹھہرنے والا۔ ﴿لٰبِثِيْنَ فِيْهَا اَحْقَابًا﴾ (النبأ) ''قیام کرنے والے ہیں اس میں مدتوں۔''

تَلَبَّثَ (تفعّل) تَلَبُّثًا : بتکلف ٹھہرنا' یعنی دیر کرنا۔﴿وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَا اِلَّا يَسِيْرًا﴾ (الاحزاب) ''اور وہ لوگ دیر نہیں کریں گے اس میں مگر تھوڑی سی۔''

س ن ھ

سَنِهَ (س) سَنَهًا : بہت سالوں والا ہونا' متغیر ہونا' بگڑ جانا (مدت گزرنے کی وجہ سے)۔

تَسَنَّهَ (تفعّل) تَسَنُّهًا : متغیر ہونا' خراب ہونا۔آیت زیر مطالعہ۔

ح م ر

حَمَرَ (ن) حَمْرًا : کھال کھرچنا (جس سے سرخی ظاہر ہو جائے)۔

اَحْمَرُ مؤنث حَمْرَاءُ ج حُمْرٌ : (افعل الوان وعیوب ہے) سرخ رنگ والا۔﴿وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ﴾ (فاطر:۲۷) ''اور پہاڑوں میں سرخ و سفید راستے ہیں۔''

حِمَارٌ ج حُمُرٌ اور حَمِيْرٌ (اسم ذات) : گدھا۔ ﴿كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ﴾ (المدثّر) ''گویا وہ لوگ بدکے ہوئے گدھے ہیں۔'' ﴿اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ﴾ (لقمان) ''بے شک سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے۔''

ن ش ز

نَشَزَ (ن) نَشْزًا : کسی چیز کا اپنی جگہ سے اُبھرنا' اُوپر اُٹھنا۔

نُشُوْزًا : بدخو یا بدکلام ہونا' زیادتی کرنا۔

اُنْشُزْ (فعل امر) : تو ابھر' تو اُٹھ۔ ﴿وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا﴾ (المُجادلة:١١)
''اور جب کہا جائے کہ تم لوگ اٹھو تو تم لوگ اٹھ جاؤ۔''

نُشُوْزٌ (اسم ذات) : بدخوئی' زیادتی۔ ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا﴾ (النّساء:١٢٨) ''اور اگر کسی عورت کو خوف ہو اپنے شوہر سے زیادتی کا۔''

اَنْشَزَ (افعال) اِنْشَازًا : کسی کو اس کی جگہ سے اٹھانا۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

ترکیب : ''اَوْ'' گزشتہ آیت کے ''اَلَمْ تَرَ'' پر عطف ہے۔ پورا جملہ اس طرح ہو گا: ''اَوْ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ كَانَ كَالَّذِيْ''۔ ''وَهِيَ'' کا ''وَاوْ'' حالیہ ہے۔ ''يُحْيِ'' کا مفعول ''هٰذِهٖ'' ہے۔ ''مِائَةَ عَامٍ'' ظرف ہے اس لیے ''مِائَةَ'' منصوب ہے۔ ''كَمْ لَبِثْتَ'' میں ''كَمْ'' کی تمیز محذوف ہے جو ''يَوْمًا'' یا ''عَامًا'' ہو سکتی ہے۔ طعام اور شراب کے لیے تثنیہ کا صیغہ آنا چاہیے تھا' لیکن ''لَمْ يَتَسَنَّهْ'' واحد آیا ہے۔ اس کی وضاحت آگے نوٹ میں کی جائے گی۔ یہ دراصل ''يَتَسَنَّهُ'' تھا جو ''لَمْ'' کی وجہ سے مجزوم ہوا ہے۔ ''لِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ'' درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ ''اِلَى الْعِظَامِ'' گزشتہ جملہ کے ''حِمَارِكَ'' پر عطف ہے۔ ''نُنْشِزُهَا'' اور ''نَكْسُوْهَا'' کی ضمائر مفعولی ''الْعِظَامِ'' کے لیے ہیں' جبکہ ''نَكْسُوْ'' کا مفعول ثانی ''لَحْمًا'' ہے۔ اور ''نَحْنُ'' ضمیر جو اِن میں چھپی ہوئی ہے' ان کی فاعل ہے جو اللہ کے لیے ہے۔

ترجمہ:

اَوْ : یا	كَالَّذِيْ : اس کی مانند جو
مَرَّ : گزرا	عَلٰى قَرْيَةٍ : ایک بستی پر
وَّ : اس حال میں کہ	هِيَ : وہ
خَاوِيَةٌ : اوندھی تھی	عَلٰى عُرُوْشِهَا : اپنی چھتوں پر
قَالَ : اس نے کہا	اَنّٰى : کس طرح سے
يُحْيِ : زندہ کرے گا	هٰذِهِ : اس کو

اَللّٰهُ : اللہ

بَعْدَ مَوْتِهَا : اس کی موت کے بعد

فَاَمَاتَهُ : تو موت دی اس کو

اللّٰهُ : اللہ نے

مِائَةَ عَامٍ : ایک سو سال (کے لیے)

ثُمَّ : پھر

بَعَثَهٗ : اس نے اٹھایا اس کو

قَالَ : (اللہ نے) کہا

كَمْ : کتنا (عرصہ)

لَبِثْتَ : تو ٹھہرا

قَالَ : اس نے کہا

لَبِثْتُ : میں ٹھہرا

يَوْمًا : ایک دن

اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ : یا ایک دن کا کچھ (حصہ)

قَالَ : (اللہ نے) کہا

بَلْ : بلکہ

لَّبِثْتَ : تو ٹھہرا

مِائَةَ عَامٍ : ایک سو سال

فَانْظُرْ : پس تو دیکھ

اِلٰى طَعَامِكَ : اپنی خوراک کی طرف

وَشَرَابِكَ : اور اپنی پینے کی چیز کی طرف

لَمْ يَتَسَنَّهْ : وہ متغیر ہی نہیں ہوئی

وَانْظُرْ : اور تو دیکھ

اِلٰى حِمَارِكَ : اپنے گدھے کی طرف

وَلِنَجْعَلَكَ : اور (یہ) اس لیے کہ ہم بنائیں تجھ کو

اٰيَةً : ایک نشانی

لِّلنَّاسِ : لوگوں کے لیے

وَانْظُرْ : اور تو دیکھ

اِلَى الْعِظَامِ : ہڈیوں کی طرف

كَيْفَ : کیسے

نُنْشِزُهَا : ہم اٹھاتے ہیں ان کو

ثُمَّ : پھر

نَكْسُوْهَا : ہم پہناتے ہیں ان کو

لَحْمًا : گوشت

فَلَمَّا : پس جب

تَبَيَّنَ : واضح ہوا

لَهٗ : اس کے لیے

قَالَ : (تو) اس نے کہا

اَعْلَمُ : میں جانتا ہوں

اَنَّ اللّٰهَ : کہ اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ : ہر چیز پر

قَدِيْرٌ : قدرت رکھنے والا ہے

نوٹ (۱) : اردو میں ہم کہتے ہیں ''دودھ اور دہی کا ذائقہ خراب نہیں ہوا''۔ حالانکہ گرامر کے لحاظ سے کہنا چاہیے تھا ''ذائقے خراب نہیں ہوئے''۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بات

کہنے کا یہ انداز عربی سے لیا گیا ہے' کیونکہ عربی میں کبھی واحد بول کر تثنیہ اور کبھی تثنیہ بول کر واحد مراد لیتے ہیں۔ اس آیت میں بھی یہی انداز ہے کہ ''لَمْ یَتَسَنَّهْ'' واحد بول کر تثنیہ مراد لیا گیا ہے۔ اس حوالے سے ''آسان عربی گرامر'' کے ''ابتدائیہ'' میں بتائی گئی اس بات کو ذہن میں تازہ کر لیں کہ زبان پہلے وجود میں آتی ہے اور قواعد بعد میں مرتب کیے جاتے ہیں۔ اس لیے گرامر اہل زبان کے تابع ہوتی ہے' لیکن اہل زبان گرامر کے پابند نہیں ہوتے۔

نوٹ (۲) : ''یَتَسَنَّهْ'' کے مادے کے بارے میں اختلافِ رائے ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ اس کا مادہ ''س ن ہ'' ہے۔ حافظ احمد یار صاحب مرحوم نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے اور ہم نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ اس کا مادہ ''س ن ن'' ہے۔ باب تفعّل میں اس کا مضارع ''یَتَسَنَّنُ'' بنتا ہے۔ یہ قاعدہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ کسی لفظ میں ایک ہی حرف دو دفعہ آ جائے تو عام طور پر اُن کا اِدغام کر دیتے ہیں۔ اب یہ قاعدہ بھی نوٹ کر لیں کہ ایک ہی حرف اگر تین دفعہ آ جائے تو پہلے دو حروف کا اِدغام کر کے تیسرے حرف کو ''ی'' میں تبدیل کر سکتے ہیں' یعنی یہ قاعدہ اختیاری ہے۔ اس طرح ''یَتَسَنَّنُ'' تبدیل ہو کر ''یَتَسَنّٰی'' ہو گیا' پھر اس پر ''لَمْ'' داخل ہوا تو ''ی'' گر گئی اور ''لَمْ یَتَسَنَّ'' باقی بچا۔ اس کے آگے جو ہائے ساکن ہے اسے ہائے سکت کہتے ہیں۔ اس کو وقف کے لیے لگاتے ہیں اور اس کے کوئی معنی نہیں ہوتے۔ جیسے کِتٰبِیَهْ' حِسَابِیَهْ وغیرہ۔ (الحاقۃ: ۱۹'۲۰)۔

آیت ۲۶۰

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَۃً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْھُنَّ اِلَیْکَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْھُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُھُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ﴿۲۶۰﴾﴾

ط م ء ن

طَمْاَنَ (رُباعی) طَمْاَنَۃً: ذہن کو خلجان سے خالی کرنا' پُر سکون کرنا' مطمئن کرنا۔

اِطْمَئَنَّ (اِفْعِلْ لَالٌ) اِطْمِئْنَانًا: ذہن کا خلجان سے خالی ہو جانا' پُر سکون ہو جانا۔ آیت

زیرمطالعہ۔

مُطْمَئِنٌّ (اسم الفاعل) : پرسکون ہو جانے والا۔ ﴿اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ﴾ (النحل:١٠٦) ''سوائے اس کے جو مجبور کیا گیا اس حال میں کہ اس کا دل مطمئن ہو جانے والا ہے ایمان پر۔''

ط ی ر

طَارَ (ض) طَيْرًا : کسی چیز کا اڑنا' پھیل جانا۔ ﴿وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ﴾ (الانعام:٣٨) ''اور نہ کوئی پرندہ جو اڑتا ہے اپنے پروں کے ساتھ۔''

طَائِرٌ ج طَيْرٌ (اسم الفاعل) : اُڑنے والا۔ مختلف مفاہیم میں آتا ہے: (١) پرندہ۔ مذکورہ بالا آیت (الانعام:٣٨) دیکھیں۔ (٢) اعمال (کیونکہ عمل کر لینے کے بعد وہ انسان کے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں' یعنی اڑ جاتے ہیں)۔ ﴿وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ﴾ (الاسراء:١٣) ''اور ہر ایک انسان' ہم نے لازم کیا اس پر اس کا عمل اس کی گردن میں۔'' (٣) بدشگونی' نحوست (عرب لوگ پرندوں سے شگون لیا کرتے تھے۔ پھر یہ شگون کے بجائے بدشگونی کے لیے استعمال ہونے لگا)۔ ﴿قَالُوْا طٰٓئِرُكُمْ مَّعَكُمْ﴾ (یٰسٓ:١٩) ''انہوں نے کہا تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔''

تَطَيَّرَ (تفعّل) تَطَيُّرًا : بدشگونی لینا' منحوس سمجھنا۔ ﴿قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ﴾ (یٰسٓ:١٨) ''انہوں نے کہا بے شک ہم تم لوگوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔''

اِسْتَطَارَ (استفعال) اِسْتِطَارَةً : پھیل جانا' منتشر ہونا۔

مُسْتَطِيْرٌ (اسم الفاعل) : پھیل جانے والا۔ ﴿وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا﴾ (الدّھر) ''اور وہ لوگ خوف کرتے ہیں اس دن کا ہوگا جس کا شر پھیل جانے والا۔''

ص و ر

صَارَ (ن) صَوْرًا : (١) بلانا' مائل کرنا۔ (٢) کاٹنا' مجسمہ تراشنا۔

صُرْ (فعل امر) : تو مائل کر۔ آیت زیرمطالعہ۔

صُوْرَةٌ ج صُوَرٌ (اسم ذات) : شکل' حلیہ' صورت۔ ﴿فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ﴾ (الانفطار) ''جیسی شکل میں اس نے چاہا' اس نے ترتیب دیا تجھ کو۔'' ﴿فَاَحْسَنَ

صُوَرَكُمْ﴾ (المؤمن:٦٤) ''تو اُس نے اچھی بنائیں تمہاری شکلیں۔''

صُوْرٌ (اسم ذات) : ہر وہ چیز جس میں پھونکنے سے آواز پیدا ہو' جیسے بگل' سائرن وغیرہ۔ ﴿يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ﴾ (الانعام:٧٣) ''جس دن پھونکا جائے گا صور میں۔''

صَوَّرَ (تفعیل) تَصْوِيْرًا : کسی کو کوئی شکل یا حلیہ دینا۔ ﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ﴾ (آل عمران:٦) ''وہ ہے جو شکل دیتا ہے تم لوگوں کو رحموں میں جیسی وہ چاہتا ہے۔''

مُصَوِّرٌ (اسم الفاعل) : شکل دینے والا۔ ﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ﴾ (الحشر:٢٤) ''وہ اللہ ہے جو پیدا کرنے والا ہے' وجود بخشنے والا ہے' شکل دینے والا ہے۔''

ج ب ل

جَبَلَ (ن) جَبْلًا : بنانا' جیسے مٹی میں پانی ڈال کر گارا بنانا۔

جِبِلَّةٌ ج جِبِلٌّ (اسم ذات) : بنائی ہوئی چیز' خلقت۔ (جِبِلَّةٌ اسم جمع ہے اور اس کی جمع بھی آتی ہے)۔ ﴿وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ﴾ (الشّعراء) ''اور تم لوگ تقویٰ اختیار کرو اس کا جس نے پیدا کیا تم لوگوں کو اور پہلی خلقت کو۔'' ﴿وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ﴾ (یٰس:٦٢) ''اور اس نے گمراہ کیا تم میں سے بہت سی خلقتوں کو۔''

جَبَلٌ ج جِبَالٌ: پہاڑ۔ ﴿وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا﴾ (الحجر:٨٢) ''اور وہ لوگ تراشتے تھے پہاڑوں میں سے گھر۔''

ج ز ء

جَزَءَ (ف) جَزْءًا : کسی چیز کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنا۔

جُزْءٌ (اسم ذات) : ٹکڑا' حصہ۔ آیت زیر مطالعہ۔

ترکیب : ''رَبِّ'' کی جر یائے متکلم کی علامت ہے' یعنی یہ دراصل ''رَبِّيْ'' تھا۔ ''اَرِ'' فعل امر ہے' ''نِيْ'' ضمیر مفعولی ہے اور آگے ''كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى'' پورا جملہ اس کا مفعول ثانی ہے۔ ''لِيَطْمَئِنَّ'' سے پہلے ''سَئَلْتُكَ'' محذوف ہے۔ ''فَخُذْ'' کا مفعول ''مِنَ الطَّيْرِ'' ہے اور محلاً منصوب ہے' جبکہ ''اَرْبَعَةً'' تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ''اِجْعَلْ'' کا مفعول ''جُزْءًا'' ہے جبکہ ''مِنْهُنَّ'' اس سے متعلق ہے۔ ''طَيْرٌ'' غیر عاقل کی جمع ہے' اس لحاظ سے فعل واحد مؤنث آنا چاہیے تھا لیکن ''يَاْتِيْنَ'' جمع مؤنث آیا ہے۔ یہ ایک استثنائی

صورت ہے۔ جیسے عام طور پر ''اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً'' آتا ہے لیکن کبھی ''اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ'' بھی آ جاتا ہے۔ ''سَعْیًا'' حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

ترجمہ:

وَاِذْ قَالَ :اور جب کہا	اِبْرٰهٖمُ :ابراہیمؑ نے
رَبِّ :اے میرے ربّ!	اَرِنِیْ :تو دکھا مجھ کو
کَیْفَ: کیسے	تُحْیِ :تو زندہ کرے گا
الْمَوْتٰی :مُردوں کو	قَالَ :(اللہ تعالیٰ نے) کہا
اَوَ :تو کیا	لَمْ تُؤْمِنْ:تو ایمان ہی نہیں لایا؟
قَالَ :(ابراہیمؑ نے) کہا	بَلٰی :کیوں نہیں
وَلٰکِنْ :اور لیکن	لِّیَطْمَئِنَّ :(میں پوچھتا ہوں) تا کہ پرسکون ہو جائے
قَلْبِیْ :میرا دل	قَالَ :(اللہ تعالیٰ نے) کہا
فَخُذْ :پس تو پکڑ	اَرْبَعَةً :چار
مِّنَ الطَّیْرِ :پرندوں میں سے	فَصُرْ :پھر تو مائل کر
هُنَّ :ان کو	اِلَیْكَ :اپنی طرف
ثُمَّ :پھر	اجْعَلْ :تو رکھ
عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ :ہر ایک پہاڑ پر	مِّنْهُنَّ :ان میں سے
جُزْءًا :ایک ٹکڑا	ثُمَّ :پھر
ادْعُهُنَّ :تو پکار اُن کو	یَاْتِیْنَكَ :وہ آئیں گے تیرے پاس
سَعْیًا :دوڑتے ہوئے	وَاعْلَمْ :اور تو جان لے
اَنَّ اللّٰهَ :کہ اللہ	عَزِیْزٌ :بالادست ہے
حَکِیْمٌ :حکمت والا ہے	

نوٹ (۱) : اس سے پہلے رباعی مجرد کے چند الفاظ آ چکے ہیں اور اب رباعی مزید فیہ کا لفظ پہلی مرتبہ آیا ہے۔ اس مقام پر اس کے متعلق چند باتیں ذہن نشین کر لیں۔

(۱) رباعی کے اَوزان میں ''فَا'' اور ''عین'' کے بعد ''لام'' دو مرتبہ آتا ہے۔ نوٹ کر

لیں کہ پہلا ''لام'' مادے کے تیسرے حرف کے لیے اور دوسرا ''لام'' چوتھے حرف کے لیے ہوتا ہے۔

(۲) رباعی مجرد کا ایک ہی باب ہے۔ اس کا ماضی اور مضارع فَعْلَلَ اور یُفَعْلِلُ کے وزن پر آتے ہیں' جبکہ مصدر کے لیے زیادہ تر فَعْلَلَةً اور فِعْلَالًا کے اوزان استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے طَمْئَنَ ۔ یُطَمْئِنُ ۔ طَمْئَنَةً اور زَلْزَلَ ۔ یُزَلْزِلُ ۔ زِلْزَالًا وغیرہ۔ یہ باب زیادہ تر متعدی ہوتا ہے۔

(۳) رباعی مزید فیہ کے تین ابواب ہیں جس میں سے ایک آیت زیر مطالعہ میں آیا ہے۔ اس کے ماضی' مضارع اور مصدر کے اوزان یہ ہیں: اِفْعَلَلَّ ۔ یَفْعَلِلُّ ۔ اِفْعِلَّالًا ۔ آپ کی آسانی کے لیے ہم نے مصدر کے وزن کو کھول کر اِفْعِلْ لَالٌ لکھا ہے تاکہ تیسرے اور چوتھے کلمہ پر آپ صحیح حرکات و سکنات لگا سکیں۔ نوٹ کر لیں کہ اس باب کا ہمزہ' ہمزۃ الوصل ہے اور یہ باب زیادہ تر لازم ہوتا ہے۔

نوٹ (۲) : اس آیت کے حوالے سے ایک اہم اور بنیادی بات یہ نوٹ کر لیں کہ یہ کائنات اور اس کی ہر چیز اپنی زبانِ حال سے اللہ تعالیٰ کے وجود' اس کی توحید اور اس کی قدرت کی گواہی دے رہی ہے۔ اور یہی ایمان کی اصل بنیاد ہے۔ اس ایمان کے بعد جو تفصیلات اور جزئیات قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں ان پر ایمان اور عمل لازمی ہو جاتا ہے' خواہ اطمینانِ قلب حاصل ہو یا نہ ہو۔

نوٹ کریں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایمان کا اقرار کیا ہے تب اللہ تعالیٰ نے ان کے اطمینانِ قلب کا بندوبست کیا ہے۔ اسی طرح سے جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر ایمان اور اخلاصِ نیت سے عمل کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے انہیں اطمینانِ قلب عطا فرماتا ہے۔

آیت ۲۶۱

﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ ؕ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۱﴾﴾

س ب ع

سَبَعَ (ف) سَبْعًا : ساتواں حصہ لینا (کسی چیز کو سات حصوں میں تقسیم کر کے)۔

سَبْعٌ (اسم عدد بھی ہے) : سات۔ ﴿لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ﴾ (الحجر:٤٤) ''اس کے سات دروازے ہیں۔''

سَبْعُوْنَ : ستر۔ ﴿اِنْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ﴾ (التوبة:٨٠) ''اگر آپؐ استغفار کریں ان کے لیے ستر مرتبہ تو (بھی) ہرگز نہیں بخشے گا اللہ ان کو۔''

سَبُعٌ (اسم ذات) : درندہ (کیونکہ وہ اپنے شکار کو پھاڑ کر ٹکڑوں میں تقسیم کرتا ہے)۔ ﴿وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ﴾ (المائدة:٣) ''اور جس کو کھایا درندے نے۔''

س ن ب ل

سَنْبَلَ (رُباعی) سَنْبَلَةً : کھیتی کا بالیاں نکالنا۔

سُنْبُلٌ ج سَنَابِلُ (اسم ذات) : پودے کی بال' خوشہ۔ ﴿فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْبُلِهٖٓ﴾ (یوسف:٤٧) ''پس جو تم لوگ کاٹو تو چھوڑ دو اُس کو اس کے خوشے میں۔'' ﴿وَسَبْعَ سُنْبُلٰتٍ خُضْرٍ﴾ (یوسف:٤٣) ''اور سات سبز بالیاں (خوشے)۔''

ترکیب : ''كَمَثَلِ'' کا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے ''حَبَّةٍ'' مجرور ہے۔ ''اَنْۢبَتَتْ'' کا فاعل اس میں ''هِيَ'' کی ضمیر ہے جو ''حَبَّةٍ'' کے لیے ہے' جبکہ مرکب اضافی ''سَبْعَ سَنَابِلَ'' اس کا مفعول ہے۔ اس لیے اس کا مضاف ''سَبْعَ'' منصوب ہے اور مضاف الیہ ''سَنَابِلَ'' حکماً مجرور ہے۔ ''مِائَةُ حَبَّةٍ'' مبتدأ مؤخر ہے اس لیے مضاف ''مِائَةُ'' مرفوع ہے' اس کی خبر محذوف ہے اور ''فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ'' قائم مقام خبر مقدم ہے۔ ''يُضٰعِفُ'' کا مفعول محذوف ہے جو کہ ''اِنْفَاقًا'' ہوسکتا ہے' جبکہ ''لِمَنْ'' متعلق فعل ہے۔

ترجمہ:

مَثَلُ الَّذِيْنَ : ان لوگوں کی مثال جو	يُنْفِقُوْنَ : خرچ کرتے ہیں
اَمْوَالَهُمْ : اپنے مالوں کو	فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ : اللہ کی راہ میں
كَمَثَلِ حَبَّةٍ : ایک ایسے دانے کی مثال کی طرح ہے	اَنْۢبَتَتْ : جس نے اگائے
سَبْعَ سَنَابِلَ : سات خوشے	فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ : ہر ایک خوشے میں

مِّائَةُ حَبَّةٍ :ایک سودانے ہیں	وَاللّٰهُ :اور اللہ
يُضٰعِفُ :ضرب دیتا ہے(انفاق کو)	لِمَنْ :اس کے لیے جس کے لیے
يَّشَآءُ :وہ چاہتا ہے	وَاللّٰهُ :اور اللہ
وَاسِعٌ :وسعت دینے والا ہے	عَلِيْمٌ :جاننے والا ہے

نوٹ (۱): لفظ ''مِائَةٌ'' میں الف زائدہ ہے جیسے ''اُولٰئِكَ'' میں واؤ زائدہ ہے۔ چند الفاظ میں حروفِ زائدہ لکھنے کی وجہ سمجھ لیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں بھی اور آج بھی عربی حرکات وسکنات کے بغیر لکھی اور پڑھی جاتی ہے' جیسے فارسی اور اردو حرکات وسکنات کے بغیر لکھی اور پڑھی جاتی ہے۔ البتہ غیر عربی لوگوں کی سہولت کے لیے بعد میں قرآن مجید میں حرکات وسکنات لکھنے کا رواج ہوا۔

اسی طرح عربی حروف پر نقطے ڈالنے کا رواج بھی بعد میں ہوا۔ صحابہ کرامؓ کے زمانے میں عربی حروف کے نقطوں کے بغیر لکھی اور پڑھی جاتی تھی۔ مثلاً اس زمانے میں حرف ''ح'' کو حسبِ موقع ج' ح اور خ پڑھا جاتا تھا اور بالکل درست پڑھا جاتا تھا۔ ہم لوگ اس کو ناممکن قرار دینے سے پہلے اتنا بھی نہیں سوچتے کہ انگریزی اگرچہ ہماری مادری زبان نہیں ہے' لیکن اس کے باوجود ہم لوگ انگریزی حرف ''C'' کو لفظ circle میں پہلے سین کی آواز سے اور پھر کاف کی آوز سے پڑھ لیتے ہیں۔ حرف ''G'' کو لفظ general میں جیم اور God میں گاف کی آواز سے پڑھ لیتے ہیں۔ علیٰ ھذا القیاس۔

بہرحال عربی حروف پر نقطے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ الفاظ میں مشابہت دُور کرنے کے لیے کسی ایک لفظ میں کوئی زائد حرف لکھا جاتا تھا۔ جیسے ''اليك'' سے فرق کرنے کے لیے ''اولٓئك'' میں واؤ زائد لکھا گیا۔ اسی طرح ''منه'' سے فرق کرنے کے لیے ''مائة'' میں الف زائد لکھا گیا۔

نوٹ (۲) : ''كُلٌّ'' کا مضاف الیہ زیادہ تر واحد نکرہ آتا ہے۔ لیکن اگر معرفہ آئے تو مفہوم میں کچھ فرق پڑتا ہے۔ مثلاً ''كُلُّ كِتَابٍ'' کا مطلب ہے ہر ایک کتاب۔ جبکہ ''كُلُّ الْكِتَابِ'' کا مطلب ہے کل کی کل کتاب' یعنی وہ پوری کتاب جس کی بات ہو رہی ہے۔